مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ الامداد لاہور پاکستان

مدیر مسئول
(مولانا) مشرف علی تھانوی

مدیر
ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

جلد ۱۷ | جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ | مارچ ۲۰۱۶ء | شمارہ ۳

ادب العشیر

آداب معاشرت

از افادات

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

عنوانات و حواشی: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ =/۲۰ روپے

زر سالانہ =/۲۰۰ روپے

ناشر: (مولانا) مشرف علی تھانوی
مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس
۲۰/۱۳ ارپٹی گن روڈ بلال گنج لاہور
مقام اشاعت
جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ لاہور پاکستان

ماہنامہ الامداد لاہور

۳۵۴۲۲۲۱۳
۳۵۴۲۳۰۴۹

پتہ دفتر
جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ
۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

ادب العشیر

آداب معاشرت

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
	تمہید	۷
۱......	رسومات کی خرابیاں	۷
۲......	حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدیہ لینے میں احتیاط	۸
۳......	پابندی رسوم کی خرابی	۹
۴......	حکایت حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰
۵......	حکیم معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی	۱۱
۶......	بچوں کو تنعم (راحت پسندی) کی عادت ڈالنا مناسب نہیں	۱۲
۷......	رسمی تعظیم	۱۴
۸......	حضرات صحابہؓ میں رسمی تعظیم نہ تھی	۱۴
۹......	بعض بزرگوں کا انداز مہمان نوازی	۱۵
۱۰......	حکایت میزبانی حضرت امیر معاویہؓ	۱۶
۱۱......	مہمان کا اکرام	۱۶
۱۲......	تکلفات کی مثال	۱۷
۱۳......	طبع غالب ہونے کی حکایت	۱۸
۱۴......	تعظیم وتکریم میں اعتدال مناسب ہے	۱۸

۱۵.....	مصافحہ متمم سلام ہے	۲۰
۱۶.....	آج کل کے مصافحہ کا غلو	۲۰
۱۷.....	محبت کی حد	۲۱
۱۸.....	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب	۲۳
۱۹.....	عدل بین النساء	۲۴

وعظ

ادب العشیر

آداب معاشرت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے دوران سفر مختلف مقامات پر قیام کے دوران مختصر مختصر بیان فرمائے جن سب کو حضرت ہی کے حکم سے ادب العشیر وعظ کے ساتھ ملحق کر کے طبع کیا گیا اس میں یہ پہلا وعظ ۲۷ صفر ۱۳۳۵ ہجری کو دوران سفر اسٹیشن انڈرارا جنکشن (جگہ کا نام ہے) پر ویٹنگ روم میں بیان فرمایا جہاں تقریباً ۱۴۰ افراد اکٹھے ہو گئے تھے۔ وعظ مغرب کے بعد ۳۱ منٹ تک جاری رہا۔

وعظ کا موضوع تھا رسومات کی خرابیاں اور بے جا تکلفات کے نقصانات سادگی کے فوائد اور اکابرین کا طرز سادگی، بیان کیا گیا کہ سادگی اختیار کرنے میں راحت ہی راحت ہے۔

اللہ تعالیٰ اس وعظ سے استفادہ کرنے والے سب احباب کو سادہ طرز زندگی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

۷۔ دسمبر ۲۰۱۵ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تمہید:

حامداً ومصلیاً: تقریر حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مسمّی بہ ادب العشیر بتاریخ ۲۷/صفر ۱۳۳۵ھ روز یکشنبہ بعد مغرب وقت تخمیناً ۳۱ منٹ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۱۶ء۔

یہ تقریر سفر گورکھپور میں ہوئی، اس وقت کہ حضرت والا گورکھپور سے بجانب مؤ روانہ ہوئے راستہ میں اسٹیشن انڈرارا جنکشن پر گاڑی تبدیل کرنے کے لئے اترنا ہوا گاڑی میں کچھ وقفہ تھا لوگوں نے ویٹنگ روم میں بٹھا دیا اس وقت تیس چالیس زائرین کا مجمع ہو گیا وہاں یہ تقریر ہوئی۔

رسومات کی خرابیاں

فرمایا ایک شخص نے جو پانی پت کے قریب کے رہنے والے تھے پندرہ روپے تھانہ بھون کے مدرسہ میں دیئے میرا دل کھٹکا(۱) اس سے پوچھا تم اس مدرسہ میں یہ رقم کیوں دیتے ہو کہا کار خیر سمجھ کر، میں نے کہا کار خیر سمجھ کر دینا تھا تو کسی اپنے قریب کے مدرسہ میں جیسے پانی پت میں کیوں نہیں دیا مجھ کو یہ شبہ ہے کہ تھانہ بھون کے مدرسہ کو ترجیح دینے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے بھی خوش کرنا منظور ہے اس نے اس کا اقرار کیا میں نے کہا یہ نیت کس قدر فاسد ہے(۲) کہ کار خیر میں شرک کی نیت کیسی(۳)، میں ایسی رقم نہیں لیتا۔

لوگ ظاہر صورت عمل کی دیکھ لیتے ہیں کہ کار خیر ہے اور اس کی اصل اور

(۱) میرے دل میں شبہ پیدا ہوا (۲) یہ نیت کتنی خراب ہے (۳) اللہ کی رضاء کے لئے ایک چیز دی جارہی ہے جب اس میں دوسرے کی خوشنودی کی بھی نیت ہو، تو یہ تو ایک طرح کا شرک ہے۔

حقیقت پر نظر نہیں کرتے یہ کیا کار خیر ہوا جس میں مصلحت سے زیادہ مفسدے[1] ہیں آج کل عام طور سے یہ خیال ہوگیا ہے کہ نیک جگہ خرچ کرنا ہر حال میں اچھا ہے اور لینے والوں کو یہ خیال ہوگیا ہے کہ لے لینا کسی حال میں برا نہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدیہ لینے میں احتیاط

بعض جگہ لینے میں مفاسد بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ الہ آباد میں مجھ سے ایک شخص بیعت ہوا اور بعد میں ایک روپیہ نذر دیا میں نے لینے سے انکار کیا اس نے کہا میں خلوص سے دیتا ہوں، میں نے کہا مانا تم خلوص سے دیتے ہو اور اس وجہ سے مجھ کو واپس بھی نہ کرنا چاہئے لیکن اس میں ایک بڑا مفسدہ ہے[2] وہ یہ کہ جن کے پاس روپیہ دینے کو نہیں ہے وہ بیعت نہ ہوسکیں گے تو غریب آدمیوں کے لئے بیعت کا سلسلہ مسدود[3] ہی ہوجائے گا تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ خدائے تعالیٰ کا راستہ بھی روپے ہی سے مل سکتا ہے۔

میرے نزدیک بیعت کے بعد دینے کی رسم یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ[4] میں داخل ہے یہ بات اس شخص کی سمجھ میں نہ آئی مگر طوعاً وکرہاً[5] اس نے روپیہ رکھ لیا تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اسی مجمع میں سے ایک غریب آدمی کھڑا ہوا اور بیعت کی درخواست کی اور کہا میں بہت دیر سے اس تمنا میں تھا مگر دینے کو کچھ پاس نہ تھا اس وجہ سے ہمت نہ پڑتی تھی میں نے اس شخص سے کہا دیکھ لیجئے اسی وقت حق تعالیٰ نے دکھادیا اب آپ بتائے کہ یہ روپیہ میں لے لیتا تو اس سے کس قدر لوگوں کو ضرر ہوتا[6]۔

---

(۱) جس میں بہتری سے زیادہ خرابی ہے (۲) خرابی (۳) بند ہوجائے گا (۴) وہ اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں (۵) بادل ناخواستہ (۶) نقصان۔

پابندی رسوم کی خرابی

حضرات رسوم میں یہی خرابیاں ہیں کہ ان کی بدولت حقائق بالکل مٹ گئے ہیں جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ رسمیں اہل بدعت کی نکالی ہوئی ہیں اور بدعت کا خاصہ یہ ہے کہ اس سے نور قلب اور نور عرفان ندارد(۱) ہوجاتا ہے اور آدمی ایسے مغالطّوں میں پڑجاتا ہے چنانچہ اہل بدعت کے جتنے استدلال آپ دیکھیں گے سب ایسے ہی ہوں گے کہ ان سے اپنا دل خوش کر لیتے ہیں لیکن جس کے قلب کو حقیقت شناسی سے ذرا بھی مس ہو وہ اس کو کبھی قبول نہیں کرتا حتی کہ اگر اس کے خلاف پر دلیل بھی اس کے پاس اس وقت نہ ہو مگر قلب ہے کہ انکار کئے جاتا ہے۔ پھر یہ کہ رسوم اگر امور دنیا میں ہی ہوتے تب بھی اتنا مضائقہ نہ تھا مصیبت تو یہ ہے کہ دین میں بھی رسوم شامل کر لئے ہیں سو ان رسوم میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ ان کو آدمی ہمیشہ دین ہی سمجھتا رہتا ہے اور تمام عمر اس پر متنبہ نہیں ہوتا اور غیر دین کو دین سمجھے جاتا ہے دنیاوی رسوم میں تو کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کی کوئی دنیوی خرابی وقوع(۲) میں آجاتی ہے تو متنبہ ہوسکتا ہے مثلاً شادی بیاہ کے رسوم کہ ان کے نتائج تباہی وبربادی کی صورت میں ظاہر ہوجاتے ہیں تو لوگوں کو تنبہ ہوجاتی ہے اور مضر دین(۳) سمجھ کر نہ سہی مضر دنیا سمجھ کر تو چھوڑ سکتے ہیں بخلاف رسوم دین کے کہ ان پر تنبہ ہونے کا کون باعث(۴) ہوسکتا ہے بلکہ بالعکس(۵) ان میں عدم تنبہ کا ایک داعی موجود ہوتا ہے وہ یہ کہ ان رسوم میں چٹک مٹک بہت ہوتی ہے جس

(۱) دل کا نور اور معرفت کا نور دونوں ختم ہوجاتے ہیں (۲) دنیاوی خرابی سامنے آجاتی ہے (۳) دین کے لئے نقصان دہ نہ سمجھ کر بلکہ دنیا کے لئے نقصان دہ سمجھ کر (۴) سبب ہوگا (۵) اس کے برخلاف اس پر متنبہ نہ ہونے کا ایک تقاضا موجود ہوتا ہے۔

میں دل خوب لگتا ہے پھر آدمی ان کو چھوڑے تو کیونکر اور ہم نے تو ایسے لوگوں کی صحبت پائی ہے جن میں رسمیں بالکل نہ تھیں سادہ زندگی بسر کرنے والے تھے ان کی معیشت دیکھ کر ہم کو تو یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی ہے کہ آسائش کی زندگی بھی وہی ہے جس میں تصنع اور تکلف (۱) اور بناوٹ نہ ہو۔

حکایت حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ہماری طرف کاندھلہ ایک قصبہ ہے وہاں کے رہنے والے ایک بزرگ مولوی مظفر حسین صاحب تھے ان کے یہاں جب کوئی مہمان آتا تو پوچھ لیتے کہ کھانا کھا کر آئے ہو یا یہاں کھاؤ گے۔ اگر اس نے کہا یہاں کھاؤں گا تو پوچھتے کہ تازہ پکوایا جائے یا رکھا ہوا کھالو گے اگر اس نے کہا تازہ کھاؤں گا تو پوچھ لیتے کہ کونسی شئے مرغوب ہے جو چیز مرغوب ہوتی وہی پکوادیتے یہ کس قدر آرام دہ بات ہے۔

انہیں بزرگ کا قصہ ہے کہ انہوں نے مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا جن کا قیام دہلی رہتا تھا کہ مولانا جب آپ وطن جایا کریں تو راستہ میں مجھ سے مل کر جایا کریں مولانا نے کہا اچھا لیکن میری منزل میں حرج نہ ہوا کرے انہوں نے کہا نہیں جیسا آپ فرماتے ہیں ویسا ہی ہوگا ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ مولانا دہلی سے نانوتہ جارہے تھے راستے میں مولوی مظفر حسین صاحب سے ملنے کے لئے ٹھہرے مولوی مظفر حسین صاحب نے حسب معمول پوچھا کھانا کھالیا ہے یا کھاؤ گے۔ انہوں نے کہا کھائیں گے۔ مولوی صاحب نے کہا تازہ تیار کراؤں یا جو رکھا ہوا ہو وہی لے آؤں، انہوں نے کہا جو رکھا ہوا ہو وہی لے آیئے۔

(۱) جس میں دکھلاوہ اور تکلفات نہ ہوں۔

مولوی صاحب ایک مٹی کے برتن میں کھچڑی کی کھرچن لے آئے اور کہا کہ رکھا ہوا تو یہ ہے بس وہ اس کو کھا کر رخصت ہوگئے۔ بتائیے اس میں آرام ہے یا ان رسوم میں جس کے آج کل لوگ پابند ہیں اور جس کو تہذیب وخاطر داری کہا جاتا ہے۔ ان حضرات کا خود بھی معمول یہی تھا۔ مولوی مظفر حسین صاحب جہاں جاتے فوراً کہہ دیتے میں تمہارا مہمان ہوں ایک دن ٹھہروں گا یا دو دن۔ ایک دفعہ یہ بزرگ مولانا گنگوہی قدس سرہ کے مہمان ہوئے صبح کو مولانا نے ناشتہ کے لئے کہا آپ رامپور جانے والے تھے اس لئے آپ نے کہا کہ کھانا تیار ہونے میں دیر لگے گی میری منزل کھوٹی ہوگی ہاں اگر رات کا رکھا ہوا ہو تو لادو، مولانا نے ماش کی دال اور باسی روٹی لادی آپ نے دال روٹی پر الٹ کر پلے(۱) میں باندھ لی اور رخصت ہوگئے جب رامپور پہنچے تو حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ مولوی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے اچھے آدمی ہیں، حکیم صاحب نے کہا ہاں بڑے بزرگ ہیں۔ فرمایا میں ان کے بزرگ ہونے کی تعریف نہیں کررہا ہوں میں تو کہہ رہا ہوں کہ وہ بہت اچھے آدمی ہیں، اگر خود نہیں سمجھتے ہو تو پوچھ ہی لو، انہوں نے کہا اچھا حضرت فرمائیے، آپ نے کہا دیکھو کیسے اچھے آدمی ہیں انہوں نے مجھے کھانے کے لئے کہا مگر میرے کہنے پر جو کھانا رکھا ہوا تھا بلا تکلف لادیا، میں اس واسطے کہہ رہا ہوں کہ وہ بڑے اچھے آدمی ہیں۔

حکیم معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی

ایک دفعہ حضرت مولانا گنگوہی مولانا محمد یعقوب صاحب کے صاحب زادہ حکیم معین الدین صاحب کے یہاں مہمان ہوئے یہ صاحب بہت ہی بے تکلف

(۱) چادر کے کونے میں باندھ لی۔

ہیں اتفاق سے ان کے یہاں اس روز کھانے کو کچھ بھی نہ تھا مولانا سے عرض کیا کہ ہمارے یہاں تو آج فاقہ ہے لیکن اکثر احباب آپ کی دعوت کیا کرتے ہیں اگر آپ فرمائیں تو میں ان کی دعوت منظور کرلوں فرمایا میں تو تمہارا مہمان ہوں جو حال تمہارا ہے وہی میرا بس فاقہ ہی سے بیٹھ رہے خدا کی قدرت شام کے قریب ایک جگہ سے گیارہ روپے آئے وہ خوش خوش مولانا کے پاس آئے کہ لیجئے آپ کی برکت سے گیارہ روپے آگئے اب تو خوب بڑھیا دعوت کریں گے مولانا نے فرمایا نہیں معمولی کھانا پکوالو کہا اب ہم معمولی کیوں پکوائیں گے۔ اب تو جس طرح جی چاہے گا دعوت کریں گے۔ تو جب ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے پھر ہماری نظروں میں آج کل کی خاطر داری کیا آسکتی ہے۔ جس کی حقیقت سوائے تصنع (۱) اور دکھلاوے کے کچھ بھی نہیں اور جس میں مفاسد ہی مفاسد (۲) ہیں اگر دنیا دار بھی نمائش چھوڑ کر یہی طریقہ اختیار کریں تو قطع نظر گناہوں سے بچنے کے دنیا میں بھی تو تباہ نہ ہوں دیکھئے کیسی کیسی ریاستیں ان تکلفات میں تباہ ہوگئیں اور لطف یہ ہے کہ خود سب کے سب ان رسوم کے شاکی ہیں مگر چھوڑتے نہیں آدمی کو چاہئے اتنے پاؤں پھیلائے جتنی گنجائش ہو اور ان تکلفات میں اس کا خیال ہو ہی نہیں سکتا سب کو چاہئے کہ ایک دن ان رسوم کو الگ کریں سادہ زندگی عجیب چیز ہے اور حلال کی کمائی میں تو سوائے سادہ زندگی کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا یہ چٹک مٹک جب ہی ہوسکتی ہے جب کمائی حرام کی ہوتی ہے۔

بچوں کو تنعم (۳) کی عادت ڈالنا مناسب نہیں

میرے ایک دوست ہیں مولوی ظہور الحسن صاحب سب رجسٹرار، ان کو اپنے ایک بھائی کے مقدمہ میں الہ آباد جانا پڑتا تھا۔ الہ آباد میں ایک وکیل تھے

(۱) بناوٹ اور دکھاوے کے کیا ہوسکتی ہے (۲) خرابیاں ہی خرابیاں (۳) راحت پسندی کی عادت ڈالنا۔

مولوی محمد نام کے (مولوی جز وعلم[1] ہے لقب نہیں ہے) انہوں نے ان کو وکیل کیا تو یہ جب الہ آباد جاتے انہیں کے یہاں ٹھہرتے۔ ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ یہ ان کے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے انہوں نے ان کے بچوں کو سنا یہ کہتے پھرتے تھے کہ آج ہمارے یہاں شیخ جی آئے ہیں یہ سمجھے کہ کوئی اور مہمان ہوں گے۔ مگر اس روز وقت پر کھانا نہیں آیا انہوں نے خیال کیا کہ آج شیخ جی جو آئے ہوئے ہیں ان کے لئے پر تکلف کھانے پکے ہوں گے اس وجہ سے دیر ہوگئی ہے۔ جب بہت ہی دیر ہوگئی تو انہوں نے ایک نوکر سے پوچھا کہ وہ شیخ جی جو ان کے یہاں آئے ہوئے ہیں نظر نہیں آئے وہ کہاں ہیں نوکر یہ سن کر بہت ہنسا اور کہا کہ ان کے یہاں کی اصطلاح ہے کہ شیخ جی فاقہ کو کہتے ہیں آج ان کے یہاں فاقہ ہے۔ دیکھئے سادگی اس کا نام ہے کہ پاس ہوا تو خود بھی کھالیا اور مہمان کو بھی کھلا دیا اور نہ ہوا تو قرض نہ کیا اور تربیت دیکھئے کتنی اچھی ہے کہ اولاد کو بچپن ہی سے تنعم کے خلاف کا عادی بنا دیا آج کل تنعم اس قدر ہوگیا ہے کہ ایسی باتوں کو ذلت کی تعلیم سمجھتے ہیں اپنے آپ کو کھینچنا بڑا سمجھنا کسی کے سامنے نہ لچنا[2] آج کل کی یہی تہذیب ہے اور نوکر کو تو آدمی ہی نہیں سمجھتے ہر کام میں وہ بات اختیار کی جاتی ہے، جس میں ترفع تکبر بناوٹ[3] ضرور ہو، نئی نئی وضع سے نئے نئے فیشن بنائے جاتے ہیں اور ان میں جو کچھ ایجادیں اور اضافے ہوتے ہیں ان سب کی بنا[4] تکبر ہی پر ہوتی ہے پھر اسی کی عادت بچوں کو ڈالتے ہیں حتی کہ یہ معاشرت طبعی ہوجاتی ہے بول چال میں کھانے پینے میں اٹھنے بیٹھنے میں چلنے پھرنے میں غرض تمام حرکات وسکنات تکلف سے خالی نہیں ایک دفعہ ایک شخص میرے پاس آئے اور نہایت انکساری سے کہا میں خادم ہونا چاہتا ہوں بعد تفتیش کے معلوم ہوا ان کی مراد اس سے بیعت کی درخواست تھی۔ کوئی آ کر کہتا

(۱) لفظ مولوی ان کے نام کا حصہ ہے متعارف مولوی نہیں تھے (۲) کسی کے سامنے نہ جھکنا (۳) بڑائی تکبر اور بناوٹ ہو (۴) بنیاد۔

ہے دامن میں لے لو کوئی کہتا ہے غلام بنالو یہ کیا تکلفات ہیں۔

رسمی تعظیم

ایک صاحب تشریف لائے اور سلام کر کے کھڑے ہو گئے۔ بہت دیر ہو گئی میں نے کہا بیٹھتے کیوں نہیں کہنے لگے بلا اجازت کیسے بیٹھوں میں نے کہا اچھا ایک ہفتہ تک اجازت نہیں بس فوراً بیٹھ گئے۔ میں نے کہا یہ کیا واہیات ہے یا تو بلا امر (۱) بیٹھتے نہ تھے یا اب باوجود نہی (۲) کے بیٹھ گئے اور رواج یہ ہے کہ جب رخصت ہوں گے تو الٹے پاؤں چلیں گے پشت کرنا بے ادبی سمجھتے ہیں ظاہری برتاؤ تو اس قدر اچھا مگر اطاعت کا نام نہیں ہاں رسمی تعظیم و تکریم بہت ہے ہم لوگوں کی طبیعتیں ہی بدل گئی۔

حضرات صحابہؓ میں رسمی تعظیم نہ تھی

صحابہ رضی اللہ عنہم رسمی تعظیم بہت نہ کرتے تھے مگر مطیع (۳) اس قدر تھے کہ دنیا کو معلوم ہے صحابہ کو جو تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا وہ تعشق (۴) کا مرتبہ ایسا رکھتا ہے کہ دنیا میں کسی محبّ اور محبوب میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے لیکن حالت یہ تھی کہ اس کے بھی پابند نہ تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھ کر کھڑے ہی ہو جایا کریں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو اس سے منع فرما رکھا تھا۔ لباس میں، وضع میں، بیٹھنے کی جگہ میں کسی بات میں دوسروں سے امتیاز نہ رکھتے تھے۔ اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلنے میں اس کے بھی پابند نہ تھے کہ سب سے آگے رہیں بلکہ کبھی برابر ہو کر چلتے تھے کبھی پیچھے ہو جاتے تھے آج کل کی تہذیب تو یہ کہتی ہے کہ سب سے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رہا کرتے سو غور سے دیکھئے کہ آج کل کے لوگ اپنے بزرگوں کے زیادہ جان نثار ہیں یا صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ جان نثار تھے۔ تجربہ تو یہ بتلاتا ہے کہ جہاں ظاہری بناوٹ ہوتی ہے وہاں حقیقت نہیں ہوتی۔ جس کو بات بات میں

(۱) بغیر حکم کے (۲) منع کرنے کے باوجود (۳) فرمانبردار (۴) عشق کے درجہ کا تھا۔

جھکتا اور تسلیم اور آداب عرض کرتے دیکھے سمجھ لیجئے کہ دل میں اس کے آپ کی وقعت ذرا بھی نہیں ہے۔ زیادہ تعظیم وتکریم میں علاوہ اس کے کہ بے معنی چیز ہے یہ بھی بڑی خرابی ہے کہ دوسرے کو ضرر (۱) ہوتا ہے اس میں رعونت (۲) پیدا ہوجاتی ہے اسی واسطے حدیث میں مدح فی الوجہ (۳) سے ممانعت آئی ہے اسی حدیث سے تعظیم وتکریم کی ممانعت بھی بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتی ہے کیونکہ مدح کی دو قسمیں ہیں قالی اور حالی (۴) تعظیم، مدح حالی ہے جب قالی سے ممانعت ہے تو حالی سے بدرجہ اولیٰ ہوگی نیز بہت زیادہ تکلف کرنے کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ اس سے دل نہیں ملتا اور بعض لوگوں کی اس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ دوسرے کو اپنی طرف مائل کریں سو اس کی تدبیر بھی یہ نہیں ہے بلکہ اس کی تدبیر بھی یہی ہے کہ زیادہ تکلف نہ کیا جاوے۔

بعض بزرگوں کا انداز مہمان نوازی

دیکھئے غور کے قابل بات ہے بعض بزرگوں کا برتاؤ مہمان کے ساتھ میں سناتا ہوں کہ وہ ظاہراً تو بدتمیزی ہے اور آج کل کی تہذیب کے خلاف ہے مگر درحقیقت بہت گہری بات اور عاقلانہ اور کریمانہ برتاؤ ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے کھانا منگایا اور مہمانوں کے اور اپنے سب کے سامنے چنا (۵) گیا بس پہلے اپنے آپ کھانا شروع کردیا تاکہ مہمان سمجھ لے کہ یہاں تکلف نہیں اور دل کھول کر کھاوے پھر وہ کھانا کھانے میں مہمان کی طرف دیکھتے بھی نہیں اور ایسے بن جاتے ہیں کہ گویا ان کو کھانا کھلانے کا سلیقہ ہی نہیں اور درحقیقت اس پر نظر رکھتے ہیں کہ کھانا دسترخوان پر ہے یا نہیں بلکہ خدمت گار کو تعلیم ہے کہ ذرا کسی کے سامنے کھانا کم ہو فوراً لاؤ اس طریقہ سے مہمان کس قدر انبساط (۶) اور آزادی سے کھا سکتا ہے مگر آج کل کی تہذیب یہ ہے کہ میزبان مہمان پر مسلط ہوجاتا ہے۔ قبلہ یہ کھائیے قبلہ وہ کھائیے اس

(۱) نقصان ہوتا ہے (۲) تکبر اور بڑائی کا وہ شکار ہوجاتا ہے (۳) منہ پر تعریف کرنے کو منع کیا ہے (۴) تعریف کی دو قسمیں ہیں ایک زبان سے ایک حال سے یعنی اظہار ادب (۵) سب کے سامنے کھانا رکھ دیا گیا (۶) خوشی۔

سے مہمان بالکل منقبض (۱) ہوجاتا ہے ممکن ہے کہ اس کا جی (۲) اس وقت ایک چیز کو چاہتا ہو دوسری کو نہ چاہتا ہو اور اس جبر (۳) سے وہ کھالے تو انبساط نہ ہوا اور بعض وقت متعدد کھانے اس طرح سے کھلائے گئے کہ مقدار میں بڑھ گئے اور ہضم نہ ہوئے آپ کی تو خاطر داری ہوئی اور مہمان کو تکلیف ہوئی یہ کیا خاطر داری ہے۔

حکایت میزبانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دستر خوان نہایت وسیع ہوتا تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ کے دستر خوان پر ایک اعرابی بھی تھا وہ ذرا بڑے بڑے لقمے کھاتا تھا آپ نے اس سے کہا کہ بھائی بڑے بڑے لقمے مت کھاؤ اس سے نقصان پہنچنا محتمل ہے (۴) وہ اعرابی (۵) فوراً کھڑا ہوگیا اور کہا کہ وہ شخص کریم نہیں جس کی نظر مہمانوں کے لقموں پر ہو تمہیں کھلانے کا سلیقہ نہیں تمہارا کھانا نہ کھانا چاہئے۔ انہوں نے بہت کچھ عذر کیا کہ اس میں یہ مصلحت تھی مگر اس نے ایک نہ سنی خفا ہوتا ہوا چل دیا۔

مہمان کا اکرام

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مہمان ہوئے جب کھانے کا وقت آیا تو خادم نے پہلے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کھانا رکھا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منع کیا اور پہلے اپنے سامنے رکھوایا ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کو اپنے سے کم سمجھا چنانچہ اگر آج کل کوئی ایسا کرے تو ضرور یہی سمجھا جائے کہ مہمان سے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور عجب نہیں کہ مہمان خفا ہو کر اٹھ جائیں اور بعض مواقع (۶) میں یہ بات بے اصل بھی نہ ہوگی آج کل ہم لوگوں میں تکبر ہے ہی وہ لوگ بے نفس تھے اور اخلاق شرعی

(۱) دل تنگ ہونے لگتا ہے (۲) دل (۳) زبردستی سے (۵) اس سے نقصان ہونے کا اندیشہ ہے کہ حلق میں پھنس جائے گا (۵) دیہاتی (۶) بعض جگہ۔

ان کے لئے عادت بن گئے تھے ان کا یہ فعل ہرگز ازراہ تکبر نہ تھا بلکہ اس واسطے تھا کہ مہمان کو انقباض (۱) نہ ہو دیکھئے کتنی باریک نظر ہے اور چونکہ اس میں خلوص تھا اس واسطے مہمان پر بھی برا اثر نہ ہوا یہاں سے اور یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ آج کل ایسا کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ سمجھانا مشکل ہے کہ ہم نے کس واسطے ایسا کیا یہاں اس میں سلامتی ہے کہ اکرام کی صورت کو باقی رکھا جائے۔

تکلفات کی مثال

کیا کیا جائے کہ یہاں تکلفات عادت ہوگئے ہیں جن کو طبیعت ثانیہ کہا جاسکتا ہے یہاں تو تکلفات کی وہ مثال ہوگئی ہے جیسے ہمارے یہاں تھانہ بھون میں ایک شخص تھے کہ گالی بکنے کے بہت عادی تھی کسی سے بے گالی بات نہ کرتے گو ان کا گالی بکنا ازراہ تکبر نہ ہوتا تھا صرف عادت تھی لیکن سننے والوں کو تو بری بات گوارا نہیں ہوسکتی۔ اس پر کون نظر کرتا کہ اس کا منشاء کیا ہے لوگ ان کی فکر میں تھے یہ تو سب کو ذلیل کرتا ہی ہے کسی موقع پر اس کو بھی ذلیل کرنا چاہئے۔ چنانچہ ان کے یہاں ایک شادی کا موقع ہوا سب لوگوں نے یہ اتفاق کرلیا آج اس کے یہاں کوئی مت جاؤ اب یہ بہت پریشان ہوئے اور برادری کی خوشامد درآمد کرنا شروع کی مگر لوگوں نے کہا کہ ہم یوں نہ مانیں گے گالیاں بکنے سے توبہ کرو اور توبہ بھی شاہ ولایت صاحب کے مزار پر چل کر اور قبر پر ہاتھ رکھ کر کرو مجبور ہو کر گئے اور قبر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ شاہ صاحب میں نے ان لوگوں کو بہت گالیاں دی ہیں آج میں توبہ کرتا ہوں کہ ان کی ماں کو یوں توں نہ کروں کبھی گالی نہ دوں گا لوگ ہنس پڑے اور کہا یہ شخص معذور ہے اس کی خطا معاف کردو۔ وہی حالت ہمارے تکلفات کی ہوگئی ہے کہ سمجھا دیا جائے اور بتلا دیا جائے اور جزئیات ایک ایک بیان کردی جائیں اور ان کی زبان سے سب کو دہروا دیا جائے مگر جب کوئی

(۱) مہمان کا دل تنگ نہ ہو۔

کام کریں تو وہ ہوگا تکلف ہی۔ اصل یہ ہے کہ تعلیم پر عادت غالب ہوتی ہے۔

طبع غالب ہونے کی حکایت

جیسے ایک بادشاہ کا قصہ ہے کہ اس نے وزیر سے دریافت کیا کہ طبع غالب ہوتی ہے یا تعلیم اس نے کہا طبع غالب ہوتی ہے بادشاہ نے کہا کہ ایسا نہیں ہے تعلیم وہ چیز ہے کہ حیوان کو بھی مہذب بنا دیتی ہے۔ دیکھو یہ ہماری بلی ہے اپنے سر پر شمع(۱) لے کر برابر کھڑی رہتی ہے بتلایئے طبیعت غالب ہوئی یا تعلیم وزیر اس وقت تو خاموش ہوگیا اگلے دن ایک چوہا پکڑ کر ساتھ لے گیا اور بادشاہ کے سامنے ہی اس بلی کے آگے وہ چوہا چھوڑ دیا بس تعلیم وتہذیب سب ندارد ہوگئی اور بلی شمع کو پٹک کر(۲) چوہے کے پیچھے دوڑی وزیر نے کہا حضور اب بتلائیں وہ تعلیم کہاں گئی۔ بات یہی ہے کہ تعلیم طبیعت پر کبھی غالب نہیں ہوسکتی۔ جب تک کوئی غرض مزاحم (۳) نہ ہو اس وقت تک بناوٹ کی تہذیب رہتی ہے مگر کوئی غرض غالب ہوجاوے تو طبیعت اصلیہ کا ظہور ہونے لگتا ہے۔

تعظیم وتکریم میں اعتدال مناسب ہے

بس اب ریل آگئی اور یہ تقریر ختم ہوئی لیکن اسی سفر میں اور کئی موقعوں پر بھی اسی موضوع پر تقریریں ہوئیں جن کا الحاق (۴) خود حضرت والا نے اسی کے ساتھ مناسب سمجھا لہذا وہ بھی یہیں درج کی جاتی ہے۔ ازاں جملہ وہ تقریر ہے جو سرائے میر کے اسٹیشن پر ۲۸/صفر ۱۳۳۵ھ دوشنبہ ایک بجے شب ہوئی جبکہ لوگوں نے مصافحہ میں بہت تنگ کیا اسٹیشن پر یہ حالت تھی کہ پلیٹ فارم پہنچنا

---

(۱) جلتی موم بتی (۲) ساری تعلیم وتربیت رکھی رہ گئی بلی موم بتی پھینک کر چوہے کے پیچھے دوڑ پڑی (۳) جب تک کوئی غرض اس سے نہ ٹکرائے (۴) ان تقریروں کو بھی اس تقریر کے ساتھ ملا کر شائع کرنے کو حضرت نے خود پسند فرمایا۔

مشکل ہوگیا اور دن بھر قصبہ سرائے میر میں بھی یہی ہوا تھا کہ ہر نقل وحرکت کے بعد جدید مصافحہ کرتے تھے حتیٰ کہ استنجے کو جاتے وقت بھی مصافحہ کرتے اور بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد پھر مصافحہ اور منع کرنے پر بھی نہ مانتے اور کپڑے اور ہاتھ پکڑ پکڑ کر مصافحہ کے لئے کھینچتے اسٹیشن پر فرمایا تھا کہ تھانہ بھون کی ایک حکایت سن لو ایک وقت میں چند شریر لڑکوں کی ایک کمیٹی قائم تھی وہ شہر کے انتظامات میں بھی دخل دیتے تھے اتفاق سے تھانہ بھون میں ایک میانجی تشریف لائے جو کہ بہت دیندار شخص تھے ان کے آنے سے پہلے ایک میانجی تھے ان کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ پر لوگ انہیں ترجیح دیں اس لئے انہوں نے ان لڑکوں کو ایک عرضی لکھی کہ ان میانجی کے رہنے سے مجھے اپنے نقصان کا اندیشہ ہے ان کے یہاں سے نکالنے کا انتظام کردیا جائے جب وہ عرضی پہنچی تو ایک لڑکے نے کہا کہ اس کا انتظام میں کردوں گا پس وہ لڑکا اپنے گھر آیا اور اپنی ماں سے کہا کہ میرے لئے دو روغنی روٹیاں پکا دو آج میں دوپہر میں نہیں آؤں گا مجھے کچھ کام ہے بس آپ روٹیوں کو باندھ کر وہیں پہنچے جہاں وہ نئے میانجی (۱) تھے وہ بیچارے اشراق کی نماز پڑھ رہے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہوکر چلے تو آپ نے ان کے سامنے جاکر سلام کیا انہوں نے جواب دیا آپ نے دو قدم کے بعد سلام کیا انہوں نے دوبارہ بھی جواب دیا چار قدم کے بعد پھر تیسری مرتبہ سلام کیا اب وہ متغیر ہوئے (۲) کہ یہ قدم قدم پر سلام کیسا اس نے جب دیکھا کہ یہ چڑنے لگے پھر تو سلام کا تار باندھ (۳) دیا اب وہ بے چارے بہت گھبرائے ارادہ کیا کہ جس مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں چلے جائیں اس نے ہاتھ پکڑ لیا کہ کہاں چلے میں تو سنت ادا کرتا ہوں اور آپ واجب کے (۴) ادا کرنے میں بھی سستی کرتے ہیں بس زبردستی گھر میں جانے سے روک لیا جب کھانے کا وقت آیا اور انہوں نے اس وقت جانا چاہا اس نے روٹیاں سامنے رکھ

(۱) بچوں کو پڑھانے والے نئے مولوی صاحب (۲) تھوڑے سے غصہ ہوئے (۳) مسلسل سلام شروع کردیا (۴) سلام کرنا تو سنت ہے لیکن اس کا جواب دینا واجب ہے۔

دیں کہ کھانا یہاں کھا لیجئے دو پہر میں سنت ادا کریں گے وہ بے چارے ایسے گھبرائے کہ بستی چھوڑ کر بھاگ گئے مسکرا کر فرمایا یہ بار بار مصافحہ کرنا ان میانجی کی طرح سے میرے بھی نکالنے کی ترکیب ہے۔ صاحبو! میں ویسے ہی نکل جاؤں گا ترکیبوں کی کیا ضرورت ہے۔

مصافحہ متمم سلام ہے

پھر فرمایا حدیث میں آیا ہے ان من تمام تحیاتکم المصافحة (۱) جس کا مطلب یہ ہے کہ مصافحہ متمم سلام ہے اور سلام کے لئے کچھ قواعد مقرر ہیں تو مصافحہ کے لئے جو کہ اس کا تابع ہے بطریق اولیٰ ہوں گے مثلاً لکھا ہے کہ اذان کے وقت سلام نہ کرو کھانا کھاتے وقت سلام نہ کرو اور بھی مواقع ہیں جن کا ماحصل (۲) یہ ہے کہ مشغولی کے وقت سلام نہیں کرنا چاہئے اس سے معلوم ہوا کہ مشغولی کے وقت مصافحہ بھی نہیں کرنا چاہئے بہت سے علماء تو وداعی مصافحہ کو بھی بدعت کہتے ہیں مگر خیر ہمارے علماء جائز کہتے ہیں چونکہ وداع کے وقت سلام تو نصوص سے ثابت ہے اور مصافحہ متمم سلام ہے تو مصافحہ بھی درست ہوا مگر ہر چیز کی حد ہوتی ہے۔

آج کل کے مصافحہ کا غلو

یہاں مصافحہ کی کوئی حد ہی نہیں ہے استنجے کے بعد بھی مصافحہ اٹھنے کے بعد بھی مصافحہ بیٹھنے کے بعد بھی مصافحہ اسی واسطے میں نے یہ ترکیب کی تھی کہ کمرہ میں بیٹھ کر کواڑ بند کر لیتا تھا اس سے بہتوں کی دل شکنی ہوئی (۳) ہوگی مگر کیا کیا جائے اپنا تحمل بھی تو دیکھنا چاہئے میری طبیعت کسل (۴) مند ہے یہ سفر میں نے بغرض آسائش کیا ہے (۵) اور جب یہ بھرمار مصافحہ کی ہوگی تو پھر آسائش کہاں نیز تعلیم کی بھی ضرورت ہے کبھی کسی کے کان میں پڑا ہی نہیں کہ ایسا مصافحہ نہ

---

(۱) مسند الامام احمد: ۲/۴۰۳، مشکوۃ المصابیح کنز العمال: ۳۲۲۹۵ (۲) جن کا خلاصہ یہ ہے (۳) دل ٹوٹے ہوں گے (۴) کمزور (۵) آرام کی خاطر کیا ہے۔

چاہیے، مصیبت یہ ہے کہ آج کل کے مشائخ بجائے اس کے کہ اس سے منع کریں اور اس کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ اس سے ان کی گرم بازاری ہوتی ہے اس واسطے میں نے اس دل شکنی کو گوارا کیا کہ یہ بات یاد تو رہے گی۔ سنا ہے مدینہ طیبہ میں رجبی[۱] کے دن خطیب معراج شریف کا بیان کرتا ہے بعد ختم بیان کے لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اس کے بدن کو ہاتھ لگانا موجب برکت ہے مجمع بہت ہوتا ہے خطیب تنگ آجاتا ہے اس کے لئے پہلے ہی سے کپڑے کا ایک مقصورہ[۲] بنایا جاتا ہے پس وہ اٹھ کر اس میں چلا جاتا ہے اور پھر اس کے چاروں طرف پہرہ ہو جاتا ہے تب نجات ملتی ہے اور واقعی بات یہ ہے کہ ہر وقت کا مصافحہ مصیبت ہے ہر چیز موقع کی اچھی ہوتی ہے۔

محبت کی حد

محبت کی بھی تو حد ہونی چاہئے یہ نہیں کہ اپنا شوق پورا کرنے کے لئے دوسرے کی تکلیف کا بھی خیال نہ کیا جائے متنبّی کہتا ہے۔

واسکت کئی مالایکون جواب یعنی میں خاموش رہتا ہوں تا کہ محبوب کو جواب دینے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ مصیبت یہ ہے کہ دین صرف نماز روزہ کا نام سمجھ لیا ہے دین کا ایک جزو یہ بھی تو ہے جو حدیث میں ہے واجب لاخیك المسلم ماتحب لنفسك تكن مسلما[۳] یعنی دوسرے مسلمان کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے واسطے کرتے ہو تب مسلمان ہو گے جب اپنی تکلیف گوارا نہیں ہوتی ہے تو دوسرے کی تکلیف کیوں گوارا کی جائے اس کی تعلیم سے حدیثیں بھری پڑی ہیں کہ اپنے کسی فعل سے بھی دوسرے کو تکلیف نہ دی جائے نہ قولاً نہ فعلاً مسلم میں حدیث ہے مقداد بن اسود اس کے راوی ہیں یہ اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ ہم تیرہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہمان ہوئے صحابہ کی عادت تھی کہ مہمانوں کو

---

(۱) ستائیس رجب کو (۲) کپڑے کا خیمہ لگایا جاتا ہے (۳) سنن الترمذی: ۱۴۲۴، السنن الکبیر للبیہقی ۸: ۲۳۸، المستدرک للحاکم ۴: ۳۸۴، مشکوٰۃ المصابیح: ۳۵۷۰، کنز العمال: ۱۲۹۷۱۔

تقسیم کرلیا کرتے تھے چنانچہ حضور ﷺ نے ان کو بھی تقسیم کردیا چند آدمی اپنے حصے میں رکھے ان میں یہ بھی تھے۔ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ عشاء کے بعد تشریف لاتے اور ہم لیٹے ہوتے تو حضور ﷺ اس طرح سلام کرتے کہ جاگتا آدمی تو سن لے اور سوتا آدمی جاگ نہ جائے۔ دیکھئے تہذیب یہ ہے کہ دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے اس کی رعایت ہر شخص کے ساتھ چاہئے اور حدیث بقیع غرقد (۱) میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں قام رویدا او انطلق رویدا (۲) یعنی حضور ﷺ آہستہ آہستہ اٹھے اور آہستہ آہستہ تشریف لے گئے تاکہ حضرت عائشہؓ کی نیند میں خلل نہ آئے اپنے سے چھوٹوں کی بھی یہ رعایت ہے آج کل بڑوں کے سامنے بھی دبنا نہیں چاہتے۔ اب لوگ تہجد کو اٹھتے ہیں تو ڈھیلے پھوڑتے ہیں کھٹ کھٹ چلتے ہیں گویا بتلانا چاہتے ہیں کہ ہم تہجد کو اٹھے تہذیب تو کہیں باقی ہی نہیں رہی ادب کے معنی لوگوں نے بار بار جھکنے کھڑے ہونے اور آداب وتسلیمات لے لئے ہیں حقیقت میں مؤدب تھے تو صحابہ تھے مگر نہ ان میں بار بار اٹھنا تھا۔ نہ بار بار جھکنا تھا نہ چبا چبا کر باتیں کرنا تھا لیکن موقع پر دیکھئے کہ جان دینے میں بھی تامل نہ تھا زیادہ صورت تعظیم وتکریم کو اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ یہ شخص وقت پر کچھ بھی کام نہ دے گا نیز ایسی تعظیم سے دوسرے شخص کا ضرر ہوتا ہے کہ اس کے اندر عجب (۳) پیدا ہوجاتا ہے حدیث میں جو آیا ہے کہ حضور ﷺ چلتے تو کچھ آدمیوں کو آگے اور کچھ کو پیچھے کرلیتے جب اس پر عمل کرکے دیکھا جاتا ہے تب اس کی قدر ہوتی ہے کہ اس میں جانبین کی کس قدر منفعت ہے (۴) مگر ان باتوں کا خیال تو کیا ان کا داخل شریعت ہونا بھی اب معلوم نہیں رہا حضور ﷺ اس طرح بیٹھتے کہ کوئی امتیاز نہ ہوتا۔ عرب میں اب بھی یہ رسم ہے کہ سب یکساں بیٹھتے ہیں۔ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں پاشا نے حجاج کو محمد حسین

(۱) جنت البقیع والی حدیث (۲) میزان الاعتدال: ۹۵۳۸، عامل الحدیث لأبی حاتم الرازی: ۲۴۳۳ (۳) تکبر (۴) کتنا فائدہ ہے۔

سندھی مطوف کے مکان پر جمع کیا سب لوگ وقت سے پہلے پہنچ گئے پاشا اپنے وقت پر آئے، لوگ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے مگر وہ ایک کونے میں بیٹھ گئے جہاں پہلے ایک معمولی آدمی بیٹھتا تھا اور مجمع میں کسی نے اونچی جگہ بیٹھنے کی تواضع بھی نہ کی بتایئے اس میں کیا حرج ہوگیا تکلفات کے رواج ڈال لینے سے ایک خرابی یہی پیدا ہوتی ہے کہ اگر پھر تکلف نہ کیا جائے تو برا ماننے کی نوبت آتی ہے اور جب تکلفات کا رواج ہی نہیں تو برا ماننے کا موقع بھی نہ ہوگا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب

حدیث میں آیا ہے حضور ﷺ مجمع میں اس طرح بیٹھتے کہ کوئی ناواقف آتا تو اس کو پوچھنا پڑتا من محمد فیکم (۱) صحابہ کہتے ھذا لابیض المتکئی متکی کے معنی ٹیک لگانے والے کے ہیں کسی وقت حضور ﷺ ہاتھ ٹیکے بیٹھے ہوں گے اس وقت یہ لفظ کہا گیا ہے اور اس کے یہ معنی نہیں کہ حضور ﷺ تکئے پر بیٹھے تھے۔ کیونکہ عربی زبان میں اتکا کے معنی مطلب ٹیک لگانے کے ہیں اور اگر حضور ﷺ تکیہ اور مسند پر بیٹھا کرتے تو آنے والا شناخت ہی نہ کرلیتا کیونکہ ظاہر ہے کہ مجلس میں جو تکیہ پر بیٹھا ہوتا ہے وہی بڑا ہوتا ہے۔ اور ہجرت کے واقعہ میں ہے کہ جب مسجد قبا میں آنے والے حضرت صدیق اکبرؓ سے حضور ﷺ کے دھوکہ میں مصافحہ کرتے رہے جب دھوپ چڑھ آئی تو حضرت صدیقؓ حضور ﷺ پر چادر تان کر کھڑے ہوگئے تب معلوم ہوا کہ حضور ﷺ یہ ہیں۔ سو حضور ﷺ اس قدر سادگی سے رہتے تھے اب یہاں قابل لحاظ یہ بات ہے کہ معلوم ہونے پر دوبارہ حضور ﷺ سے کسی نے مصافحہ نہیں کیا نیز یہ کہ حضرت صدیقؓ نے حضور ﷺ کو تکلیف سے بچانے کے لئے خود ہی سب سے مصافحہ کیا، کہیئے کیا ادب ہے حقیقی ادب اس کو کہتے ہیں کس جان نثاری سے لوگ آئے تھے اور ان کے لئے مصافحہ کس درجہ نعمت غیر مترقبہ تھی مگر اپنی خواہش پوری کرنے کے

(۱) تم میں محمد ﷺ کون سے ہیں، مسند الامام احمد: ۴/۷۰، اتحاف السادۃ المتقین: ۸/۱۶۰۔

مقابلہ میں حضور ﷺ کی تکلیف کا زیادہ پاس کیا آج کل کا مصافحہ نہ تھا۔ آج کل تو لوگ غضب ہی کرتے ہیں ایک مرتبہ میں گردن جھکائے وظیفہ پڑھتا تھا ایک شخص آئے اور مصافحہ کے لئے کھڑے رہے میں نے آنکھیں بند کرلیں تا کہ وہ چلے جائیں مگر وہ اس پر بھی نہ گئے اور پکار کر کہا کہ مصافحہ، میں نے بھی کہہ دیا کہ وظیفہ اور بعض لوگ کندھا پکڑ پکڑ کر کھینچتے ہیں کہ مصافحہ کر لیجئے ،مصافحہ کیا ہوا کہ بلائے جان ہوگیا اور پھر کتنا ہی کہئے کوئی سنتا نہیں ابھی ایک شخص کو منع کیا اور دوسرا اسی طرح مصافحہ کرنے کو تیار اور یہ رسم بھی قابل اصلاح ہے کہ مسافر چلتے وقت جبکہ اسباب باندھتا ہوتا ہے اس وقت اس کو گھیرتے ہیں اس وقت اس کو مخلی بالطبع (۱) چھوڑ دینا چاہئے جب تک اسباب باندھے اس سے ہٹ کر ایک طرف بیٹھ جانا چاہئے ہاں اس کی اعانت (۲) کے واسطے اگر ایک دو آدمی رہیں جن سے بے تکلفی ہو تو خیر جب تہیہ سفر کر چکے تو اطمینان سے مل لیں فقط۔

عدل بین النساء

سرائے میر کے اسٹیشن کی تقریر ختم ہوئی پھر ایک تقریر اسی موضوع پر ریل میں مابین الہ آباد و کانپور (۳) ہوئی بتاریخ یکم ربیع الاول ۱۳۳۵ھ شب پنج شنبہ وہ بھی حسب ایما (۴) حضرت والا کے ادب العشیر کے ساتھ ملحق کی جاتی ہے وہ یہ کہ عدل بین النساء کا ذکر ہوا خواجہ صاحب نے کہا عدل کیا مشکل ہے کیونکہ فعل اعضاء ہے دونوں کو ہر بات میں برابر رکھا کسی بات میں ایک کو ترجیح نہ دی یہ مشکل کیا ہے فرمایا یہ عنوان تو بہت مختصر ہے آپ نے تو وہ مثال کردی کہ کسی نے ایک شعر لکھا تھا جس کا ایک مصرعہ بہت چھوٹا اور ایک بہت بڑا تھا کسی شاعر نے اعتراض کیا کہ میاں مصرعے برابر نہیں فرمایا ضرورت شعری میں ایسا ہوتا ہی ہے مولانا جامی کے کلام میں بھی موجود ہے۔ الٰہی غنچہ امید بکشا (۵) (اس کو ٹھیرا ٹھیرا کر پڑھا) گلے از

(۱) اس وقت اس کو اسکے حال پر چھوڑ دینا چاہئے (۲) مدد کے لئے (۳) الہ آباد اور کانپور کے درمیان (۴) حضرت کے ارشارے پر (۵) اے اللہ میری امید کی کلی کو کھول دے۔

روضہ جاوید بنما(۱) اس کو جلدی سے ادا کر دیا اور اس طرح ثابت کر دیا کہ مصرعے چھوٹے بڑے ہیں۔ ایسے ہی آپ نے مختصر عنوان لے لیا اور جلدی سے کہہ کر ثابت کر دیا کہ عدل کچھ بڑا کام نہیں ذرا سی بات ہے فعل اعضاء ہی تو ہے اول تو خود فعل اعضاء بھی کہنے ہی میں ذرا سا ہے مگر کرنے میں ذرا سا نہیں کیونکہ یہاں ایک بلی کی میاؤں بھی ہے کہ اس عدل کی مانع ہو جاتی ہے(۲)۔ آپ نے اس کا قصہ سنا ہوگا کہ چوہوں نے بلی کو زیر کرنے کی تجویزیں سوچیں کسی نے کہا میں کان پکڑوں گا اور کسی نے کہا میں گلا دباؤں گا اور کسی نے کہا میں دم کاٹ لوں گا۔ ایک پرانا تجربہ کار چوہا بولا کہ ایک چیز اور رہ گئی وہ کون پکڑے گا جس وقت وہ میاؤں کرے گی اس کو کون پکڑے گا۔ تو حضرت ایک میاؤں بھی ہے کہ اس کے سامنے آپ کا مختصر عنوان کام نہیں دیتا وہ یہ ہے کہ عورت کجی کرے گی(۳) اور سمجھانے سے جب وہ راضی نہ ہوگی تو مرد کیا کرے گا بہت سے بہت آپ یہ کہیں گے کہ اس کا کہنا نہ مانے اور عدل پر قائم رہے جو فعل اعضاء ہے مگر قلب کو رنج تو ضرور ہوگا اور دل اس میں مشغول ہو جاوے گا پھر وہ رنج لے کر دوسری کے پاس جاوے گا اس سے بھی بے لطفی ہوگی عجب نہیں کہ اس رنج کی وجہ سے اس کی بھی کوئی بات ناگوار ہو اور اس سے بھی ناچاقی ہو جاوے(۴) اور ایک میاؤں کی جگہ دو میاؤں ہو جاویں بتائیے اس کی کیا ترکیب ہے سخت مصیبت کا سامنا ہے مگر یہ جب ہے کہ مرد سلیم القلب ہو(۵) رنج اور خوشی کا احساس اس کو ہوتا ہو ایسے شخص کی تو اس صورت میں واقعی زندگی تلخ(۶) ہوگئی اور جس کو احساس ہی نہ ہو تو اس کا ذکر ہی نہیں وہ تو آدمیت سے ہی خارج ہے مگر وہ عدل ہی کیا کرے گا۔ بس یہ کام تو صابر کا ہے یا

(۱) اس کو ایک دن باغ کا پھول بنا دے (۲) رکاوٹ بن جاتی ہے جیسے بلی کے میاؤں کرنے سے سب چوہے بھاگ جاتے ہیں (۳) ٹیڑھا پن اختیار کرے گی (۴) لڑائی (۵) پاکیزہ دل ہو (۶) زندگی پریشان کن ہوگی۔

سخت مزاج کا کہ رنج والم سہا کرے(۱) اور عدل کو ہاتھ سے نہ جانے دے یا ڈنڈے مار کر سیدھا کر لے مار کے سامنے سب سیدھے ہو جاتے ہیں یا عدل کا لفظ ہی اٹھادے بس ایک طرف کا ہوجاوے دوسرے کو کالمعلقہ (۲) کردے اور اپنی زندگی آسائش (۳) سے بسر کرے مگر یہ شخص وہاں کی زندگی تلخ پاوے گا(۴) جس کی تلخی اس زندگی کی تلخی سے اشد ہے(۵) آپ نے کہہ تو دیا کہ عدل کیا مشکل ہے مگر میں ایک مثال میں پوچھتا ہوں کہ ایک کپڑا آوے اور دونوں بیبیاں اس کی خواہش کریں اور عورتوں کی ہٹ(۶) آپ جانتے ہیں اس وقت بتلایئے مرد کیا کرے گا۔ ایک کو دے تو عدل کے خلاف اور مصیبت کا سامنا اور دونوں کو نہ دے تو دونوں ناراض بس یہ ہوسکتا ہے کہ دو ٹکڑے کردے مگر اس صورت میں کپڑا بے بیونت (۷) ہوکر ایک کے بھی کام کا نہ رہے گا اور پھر تو سب کا ناک منہ چڑھے گا پھر آخر یہ شخص کہاں تک ان امور کا تحمل کرے گا کہہ دینا تو سہل ہے (۸) کرکے دکھایئے بس تخالف نہ ہونے کی صورت ایک یہی ہوسکتی ہے کہ دونوں عورتیں سلیم الطبع ہوں (۹) اورخود ہی باہم تخالف نہ کریں جیسا کہ بعض جگہ موجود ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین (۱۰)

(۱) غم و تکلیف برداشت کرے (۲) درمیان میں لٹکا رہنے دے (۳) آرام سے گذارے (۴) قیامت کی زندگی میں مصائب اٹھائے گا (۵) وہاں کی پریشانی یہاں کی پریشانی سے زیادہ ہے (۶) ضد (۷) بے پیائش کا ہوکر کسی کے کام کا بھی نہیں رہے گا (۸) آسان (۹) دونوں بیوی کے مزاج میں سلامتی ہو اور وہ دونوں آپس میں اختلاف نہ کریں (۱۰) اللہ تعالیٰ سب پڑھنے والوں کو مذکورہ آداب کی رعایت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین۔

خلیل احمد تھانوی

۷/ دسمبر ۲۰۱۵ء